اسلامی پردہ

کیا اور کیوں؟

مرتب

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

(© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب	:	اسلامی پردہ کیا اور کیوں؟
مؤلف	:	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی
طبع اول	:	اپریل ۱۹۹۹ء
طبع دوم	:	ستمبر ۲۰۰۷ء
طبع سوم	:	جنوری ۲۰۱۱ء
پروف ریڈنگ	:	محمد وقار الدین لطیفی ندوی
کمپوزنگ	:	فیضان احمد ندوی (کارکن بورڈ)
قیمت	:	۱۵/روپے

ناشر

دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ-نئی دہلی

فہرست

۱۔ ابتدائیہ ---------- ۴
۲۔ عرضِ مؤلف ---------- ۵
۳۔ صالح تمدن کی تشکیل میں مرد وزن کا کردار ---------- ۷
۴۔ اسلامی نظام معاشرت کی خصوصیات ---------- ۸
۵۔ تطہیر معاشرہ کی تدابیر ---------- ۱۵
۶۔ اسلامی پردہ ---------- ۲۲
۷۔ اسلامی پردہ کے حدود ---------- ۲۳
۸۔ نگاہوں کی حفاظت ---------- ۲۳
۹۔ گھروں میں داخلہ کے آداب ---------- ۲۵
۱۰۔ نامحرم کے ساتھ تنہائی کی ممانعت ---------- ۲۸
۱۱۔ مرد وزن کے اختلاط پر پابندی ---------- ۳۱
۱۲۔ لباس کے احکام ---------- ۳۲
۱۳۔ اظہار زینت کی ممانعت ---------- ۳۵
۱۴۔ چہرہ کا پردہ ---------- ۳۸
۱۵۔ پردہ پر اعتراضات کا جائزہ ---------- ۴۱
۱۶۔ آزادی سے محرومی ---------- ۴۱
۱۷۔ عملی سرگرمیوں سے علاحدگی ---------- ۴۲
۱۸۔ میلان میں اضافہ ---------- ۴۳
۱۹۔ بے پردہ معاشرہ ---------- ۴۴

ابتدائیہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اصلاح معاشرہ تحریک کو مزید قوت کے ساتھ پورے ملک میں منظّم کرنے کے لیے مختلف موضوعات پر کتابچے ورسائل مرتب کرنے کی تجویز طے کی تھی تا کہ مسلمانوں میں پھیلی معاشرتی کمزوریوں اور غلط فہمیوں کو دور کیا جائے۔اس سلسلہ میں مولانا محمد رضی الاسلام ندوی صاحب کا یہ رسالہ ''اسلامی پردہ کیا اور کیوں'' عوام کی واقفیت کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ علماء کرام جلسوں میں اور ائمہ مساجد جمعہ کے خطبات میں پردہ کی اہمیت اور اس کی حقیقت پر روشنی ڈالیں۔اسلامی پردہ عورتوں کی تعلیم وترقی میں ہرگز رکاوٹ نہیں ہے، البتہ اسلام بے پردگی (جو بے حیائی اور عریانی کا مظہر ہے) سے روکتا ہے۔الحمدللہ مولانا موصوف نے اس موضوع پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے، انداز بیاں بھی سادہ اور صاف ہے۔امید ہے کہ اس رسالہ سے عام لوگوں کے علاوہ ائمہ مساجد بھی استفادہ کریں گے اور اپنے خطبات میں مسلم پرسنل لا کے اس اہم موضوع پر روشنی ڈالیں گے۔اس طرح ہم کو ایک صالح مسلم معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں مدد ملے گی جو وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کا اہم مقصد ہے۔

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

پردہ پر اعتراضات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ یہ اعتراضات غیر مسلموں کی جانب سے بھی کیے جاتے ہیں اور آزاد خیال مسلمانوں کی جانب سے بھی۔ اس ضمن میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ مسلم سماج میں جو پردہ رواج پا گیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہ قرآن وحدیث سے ملتا ہے اور نہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کی خواتین میں اس کا چلن تھا۔ آج کا مروّج پردہ مسلمانوں کے دور زوال کی یادگار ہے۔ پیش نظر کتابچہ میں اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کے ذریعہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پردہ اسلامی نظام معاشرت کا ایک اہم جزء ہے اور اس کے احکام اسلام کے معاشرتی نظام کی امتیازی خصوصیات کو قائم رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ نیز اسلامی معاشرہ اوّل دن سے اس پر عامل رہا ہے۔

ماضی قریب میں اس موضوع پر علمائے اسلام نے چھوٹی بڑی متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان سے بھی حتی المقدور فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ البتہ جزئیات اور فقہی بحثوں سے گریز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد رضی الاسلام ندوی

۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق یکم مئی ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی نظام معاشرت کے جن پہلوؤں پر سب سے زیادہ اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہے۔ اس پر اعتراضات کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ عورت کی آزادی پر شب خوں مارنے کے مترادف ہے۔ عورت کا حسن وجمال فطرت کی صناعی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس سے لطف اندوز ہونے کا ہر ایک کو حق دینا چاہئے۔ اسے چھپا کر رکھنا بے ذوقی کی دلیل ہے۔ پردہ صدیوں پرانے اس قدیم عہد کی یادگار ہے جب عورت کو لونڈی کی حیثیت دی جاتی تھی اور اسے گھر میں قید کرکے رکھا جاتا تھا۔ اب جب کہ نئی روشنی کے نتیجے میں عورت کو اس کا جائز مقام مل گیا ہے اور وہ مرد کے دوش بدوش زندگی کے تمام میدانوں میں سرگرمیاں انجام دے رہی ہے اس قدیم رسم سے چمٹے رہنا دانش مندی نہیں ہے۔

ان اعتراضات کا جواب بہت سے مسلمان معذرت خواہانہ انداز میں دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پردہ زوال پزیر مسلم معاشرہ کی ایجاد ہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس کا وجود تھا قرآن میں پردہ کا حکم صرف آں حضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے تھا، اس لئے کہ انہیں معاشرہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ عام مسلمان عورتوں کے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ معترضین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہتے ہیں کہ پردہ تو اصلاً دل کا پردہ ہے۔ اگر دل میں فساد ہو تو ہزاروں پردوں میں رہ کر بھی عورت غلط راہ اختیار کرسکتی ہے اگر باطن درست ہو تو بے حجابی سے عورت کا کچھ نہیں بگڑتا۔

درحقیقت یہ دونوں قسم کے لوگ پردہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اسلامی نظام معاشرت میں اس کی ضرورت واہمیت کا انہیں شعور نہیں۔

پردہ اسلامی نظام معاشرت کا ایک حصہ ہے۔اس کی حقیقت کا ادراک کرنے کے لئے اسلام کے معاشرتی نظام کو ایک کل کی حیثیت سے سمجھنا ہوگا۔اس سے الگ کر کے پردہ کی ضرورت واہمیت کا صحیح فہم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔کسی نظام کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی کہ اس کے حصے بخرے کردئے جائیں اور تمام اجزاء کو ایک دوسرے سے الگ کر کے اس کے کسی ایک جز کا مطالعہ اپنے خود ساختہ پیمانوں کے ذریعہ کیا جائے۔وہ شخص گلاب کے حسن کا کیوں کر اندازہ کرسکتا ہے جو اس کی تمام پنکھڑیوں کو الگ کردے، پھر اس کی کوئی ایک پنکھڑی اٹھا کر اس کے مطالعہ میں منہمک ہو جائے۔گلاب کا حقیقی حسن اسی وقت تک ہے جب تک اس کی تمام پنکھڑیاں جڑی ہوئی ہوں اور وہ ایک خوشنما پھول کی شکل میں موجود ہو۔اسی طرح پردہ کی حقیقت صحیح طریقے پر اسی وقت سمجھی جاسکتی ہے جب اسلام کا پورا معاشرتی نظام نگاہوں کے سامنے ہو اور اس نظام میں پردہ کا صحیح محل وقوع معلوم ہو۔

صالح تمدن کی تشکیل میں مردوزن کا کردار

انسانی تمدن کے استحکام کا انحصار مردوعورت کے تعلق کی صحیح نوعیت پر ہے۔ان کے درمیان ایک تعلق حیوانی یا بہ الفاظ دیگر صنفی پایا جاتا ہے اور دوسرا تعلق انسانی۔صنفی تعلق کا مقصد نسل انسانی کی بقا ہے اور انسانی تعلق انہیں اغراض ومقاصد کے لئے باہم مل کر کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ان دونوں قسم کے تعلقات میں معتدل اور متناسب امتزاج کے ذریعہ ایک صالح تمدن وجود میں آتا ہے، جب کہ ان میں بے اعتدالی کا لازمی نتیجہ تمدن کا فساد ہے۔ان میں تفریط سے رہبانیت جنم لیتی ہے جب کہ افراط سے ایسی شہوانیت اور بہیمیت کا مظاہرہ ہوتا ہے جو بالآخر انسانیت کو ہلاکت وبربادی کی کھائی میں گرادیتی ہے۔اس بے اعتدالی کو ختم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مردوعورت کے درمیان نکاح کے ذریعے مستقل وابستگی ہو اور اس وابستگی کے ذریعہ خاندان کی تشکیل ہو۔نکاح کے قانون اور خاندان کے نظام کو پائیداری اور استحکام بخشنے کے لئے ضروری ہے کہ آزاد شہوت رانی کے تمام دروازوں کو سختی سے بند کردیا

جائے اور جنسی تسکین کو صرف نکاح کے دائرہ میں جائز قرار دیا جائے۔ساتھ ہی ایک صالح تمدن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے نظام معاشرت میں مرد اور عورت کے حقوق کی عدل کے ساتھ تعیین کی جائے۔اور ان کے درمیان ذمہ داریاں اس طرح تقسیم کی جائیں کہ خاندان کا توازن بگڑنے نہ پائے۔

اسلامی نظام معاشرت کی خصوصیات

انسانی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو اس معاملے میں مختلف معاشرے افراط وتفریط کا شکار نظر آتے ہیں۔صنفی میلان کو دبانے اور کچلنے کا رجحان ابھرا تو راہبوں، جوگیوں اور سنیاسیوں کا طبقہ وجود میں آگیا، جس نے جنگلوں، بیابانوں اور غاروں میں پناہ لی۔دوسری جانب اسے کھلی چھوٹ دے دی گئی اور اس کی تسکین کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل ڈھونڈے جانے لگے تو ہیجان انگیز لٹریچر، بلوفلموں، نائٹ کلبوں کی کثرت ہوگئی اور عریانیت کو خوب فروغ دیا گیا۔یہی افراط وتفریط ہمیں نظام معاشرت میں مردوعورت کے باہمی تعلقات اور ان کے حقوق وفرائض میں بھی نظر آتا ہے، بہت سے معاشروں میں عورت کے حقوق پامال کئے گئے، اسے لونڈی کی حیثیت دی گئی اور اسے محض جنسی تسکین کا ذریعہ بنا کر رکھا گیا۔دوسری جانب جب اس کی آزادی کا نعرہ بلند کیا گیا اور مردوعورت کے درمیان مساوات کی تحریک چلائی گئی تو عورت کو زندگی کے تمام میدانوں میں مرد کے دوش بدوش لا کھڑا کردیا گیا۔فطرت نے جو کام صرف عورت سے متعلق کر رکھے تھے ان سے تو اسے چھٹکارا نہ ملا، مزید بہت سی ذمہ داریاں اس کے سر منڈھ دی گئیں جنہیں اس نے خوشی خوشی قبول کرلیا۔

اسلامی نظام معاشرت ان تمام بے اعتدالیوں سے پاک ہے۔اس میں ایک طرف مرد وعورت کے حقوق اور فرائض میں توازن رکھا گیا ہے تو دوسری طرف جنسی جذبہ کی تسکین کا حکمت اور اعتدال پر مبنی طریقہ بتایا گیا ہے، نیز اجتماعی ماحول کی شہوانی ہیجانات سے تطہیر اور فواحش کے انسداد کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی گئی ہیں، اس کی نمایاں خصوصیات درج

ذیل ہیں:

(الف) دائرۂ نکاح میں صنفی تعلقات کی تحدید

اسلام نہ تو جنسی جذبہ کو دبانے اور کچلنے کا قائل ہے اور نہ وہ انسان کو بے مہار چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس کی تسکین کے لئے جو طریقے چاہے اختیار کرتا رہے۔ بلکہ وہ اسے ایک مخصوص طریقے کا پابند بناتا ہے اور وہ ہے نکاح۔ چنانچہ قرآن میں رہبانیت کو ایک ایسا طریقہ قرار دیا گیا ہے جسے ایجاد تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا مگر وہ غلط اور افراط پر منتج ہوا۔

﴿وَرُهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾. (الحديد. ۲۷)

(اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔)

اور حدیث میں ہے:

"ترکِ نکاح اسلامی طریقہ نہیں ہے۔"

سورہ نساء میں حرام رشتوں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد کہا گیا:

﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ .﴾ (النساء : ۲۴)

(ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو)۔

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسَافِحٰتٍ﴾ (النساء : ۲۵)

(لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقے سے ان کی مہر ادا کردو، تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں)۔

ان آیات میں مردوں کے لئے "محصنین" اور عورتوں کے لئے "محصنات" کے الفاظ نکاح کے معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔ حصن کے لغوی معنی قلع کے ہیں یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ آدمی ایسے مضبوط قلعہ میں محفوظ ہو جاتا ہے کہ جنسی ترغیبات کے تمام حملے بے اثر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اہل ایمان کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنسی تسکین کے صرف جائز ذرائع اختیار کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ . (المومنون : ۵-۷)

اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔

(ب) نکاح کے علاوہ شہوت براری کے تمام طریقوں کی حرمت

اسلام نے نکاح کے علاوہ صنفی خواہشات کی تسکین کے تمام طریقے حرام قرار دئے۔

قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيْلًا﴾. (بنی اسرائیل : ۳۲)

(اور زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ ہے۔)

اہل ایمان کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ (الفرقان : ۶۸)

(اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں)۔

اسلام کی نظر میں زنا صرف وہی نہیں، جس میں جبر واکراہ شامل ہو بلکہ زنا وہ بھی ہے جو طرفین کی رضامندی سے ہوا ہو۔ نکاح کے بغیر صنفی تعلق قائم کرنا، خواہ اس کا ارتکاب سماج کی نگاہوں کے سامنے ہو یا پوشیدہ اور اس میں طرفین کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو، ہر حال میں حرام ہے۔ قرآن نے جنسی تعلق کے ضمن میں خفیہ آشنائی سے بھی روکا ہے:

وَلَا مُتَّخِذِیْ أخدَان . (المائدہ : ۵)

(اور نہ تم چوری چھپے آشنائیاں کرنے والے ہو۔)

...... وَلَا مُتّخَذَات أخدَان . (المائدہ : ۲۵)

(اور نہ وہ چوری چھپے آشنائیاں کرنے والی ہیں۔)

عہد جاہلیت میں بعض لوگوں نے بدکاری کے اڈے قائم کر رکھے تھے جہاں وہ اپنی لونڈیوں سے بیسوائی کا پیشہ کرواتے تھے۔ قرآن نے اس پر ان کی سخت نکیر کی:

﴿وَلا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء إن أردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیاۃ الدنیا﴾ (النور : ۳۳)

(اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گیری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں۔)

(ج) مردوعورت کے حقوق میں مساوات

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حیثیت دی۔ انہیں معاشرہ میں ویسا ہی عزت واحترام عطا کیا جیسا مردوں کو حاصل تھا، بلکہ بعض حیثیتوں سے عورت کا درجہ مرد سے بڑھ کر قرار دیا۔ اس نے اخراجات کے انعامات کے معاملہ میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

و من یعمل من الصالحات من ذکر أو أنثی و ھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا. (النساء : ۱۲۴)

(اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔)

دنیاوی معاملات میں بھی اس نے دونوں کو برابر حقوق عطا کئے۔ مثلاً اس نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی معاشی جدوجہد کا حق دیا:

﴿للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن﴾

(النساء : ۳۲)

(جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔)

میراث میں اس نے مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ لگایا:

﴿للرجال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون و للنساء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قل منه أو کثر نصیبا مفروضا﴾ (النساء : ۷)

(مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔)

اسی طرح اس نے عورت کو دیگر معاشرتی اور تمدنی حقوق سے بہرہ ور کیا مثلاً اسے تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا، شوہر کے انتخاب کا حق دیا۔ چنانچہ اس کی رضامندی کے بغیر کسی سے اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ اسے مہر اور نفقہ کا حق دیا۔ جو چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں کوئی بھی حتی کہ اس کا شوہر بھی اس سے اس کی مرضی کے بغیر لے نہیں سکتا وہ ناپسندیدہ شوہر سے خلاصی کا حق رکھتی ہے۔ دیوانی اور فوجداری قوانین میں بھی مرد اور عورت کے درمیان کامل

مساوات رکھی گئی ہے۔ الغرض! اسلام کے زیر سایہ عورت کو جتنے حقوق حاصل ہیں اتنے کسی مذہب اور کسی تہذیب میں اسے حاصل نہیں ہوئے ہیں۔

(د) عورت کا دائرہ کار

اسلام کی نظر میں مرد و عورت کے درمیان مساوات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سارے کام جو مرد انجام دیتا ہے، عورت بھی انجام دے۔ بلکہ اس نے دونوں کے درمیان کاموں کو تقسیم کر دیا ہے اور قدرت کی جانب سے ان کے کاموں کی مناسبت سے انہیں مخصوص صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ اس نے مرد کے ذمہ گھر سے باہر کا کام رکھا ہے، اور عورت کے ذمہ گھر کے اندر کا کام، گھر سے باہر کے کام سخت محنت اور جد و جہد کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس لئے مرد کو طاقت ور جسم اور فعال صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں۔ گھر کے اندر کے کاموں کو سنبھالنے کے لئے انفعالی صلاحیتیں درکار ہیں اس لئے عورت کو ان کا حظ وافر عطا کیا گیا ہے۔ خاندان کا نظام خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے کاموں کی یہ تقسیم ضروری تھی۔ اگر یہ تقسیم عمل نہ ہوتی تو خاندان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

گھر کے اندرونی معاملات کی دیکھ بھال، بچوں کی پرورش و پرداخت اور نئی نسل کی تربیت انتہائی اہم کام ہیں۔ ان کی درستگی پر پورے معاشرہ کی درستگی منحصر ہے۔ اسلام نے عورت کو ان کاموں کا نگراں بنایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور بچوں کی نگراں ہے۔ اس سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' (۱)

عورت کے انہی اندرون خانہ مصروفیات کو دیکھتے ہوئے بیرون خانہ کی ذمہ داریاں اس سے ساقط کر دی گئی ہیں۔ مثلاً پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجدوں میں ان کا جانا لازم نہیں، بلکہ گھروں میں ان کے نماز پڑھنے کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ نماز جمعہ بھی ان پر

(۱) صحیح بخاری کتاب الأحکام باب قول اللہ أطیعو اللہ

واجب نہیں۔ جنازوں میں شرکت سے انہیں روک دیا گیا ہے، بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہیں دی گئی اور عام حالات میں جہاد بھی ان پر فرض نہیں کیا گیا ہے۔

اسلام میں عورت کے حقیقی دائرۂ کار کی وضاحت سورہ احزاب کی درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی.

(الاحزاب: ۳۳)

﴿اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔﴾

اس آیت کا اصل خطاب ازواج مطہراتؓ سے ہے۔ لیکن مفسرین نے صراحت کی ہے کہ اس میں جو حکم دیا گیا ہے وہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے ہے۔

(ہ) خاندان کی تنظیم

کسی بھی اجتماعیت کے قیام اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک سربراہ اور نگراں ہو، مرد و عورت کے ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد خاندان کی شکل میں جو اجتماعیت قائم ہوتی ہے اس کی سربراہی کی ذمہ داری اسلام میں مرد کو دی گئی ہے:

الرجال قوامون علی النساء. (النساء: ۳۴)

﴿مرد عورتوں پر نگراں ہیں۔﴾

مردوں کے قوام (نگراں) ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورتوں پر داروغہ مسلط کئے گئے ہیں۔ قوام کی صفت ایک انتظامی ذمہ داری کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی ذمہ داری کی بنا پر مرد کو اہل و عیال کے نفقہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ جب کہ عورت پر گھر کا خرچ چلانے کا کوئی بار نہیں رکھا گیا ہے۔ دوسری طرف مردوں کو اپنے حاکمانہ اختیارات کا بے جا استعمال کرنے

سے روکنے کے لئے انہیں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔''(۱)

تطہیر معاشرہ کی تدابیر

اسلامی نظام معاشرت کی امتیازی خصوصیات کو قائم رکھنے اور اجتماعی ماحول کو پاک وصاف رکھنے کے لئے اسلام نے کچھ ہدایات دی ہیں۔ یہ ہدایات فرد سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور معاشرہ سے بھی۔

(الف) خوف خدا

اسلام معاشرہ کے ہر ہر فرد کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے۔ وہ انہیں ڈراتا ہے کہ اس کی قائم کی ہوئی حدوں سے تجاوز نہ کریں۔ احکام الٰہی پر عمل کی صورت میں وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے انعامات کی امید دلاتا ہے اور ان سے روگردانی کی صورت میں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ اگر معاشرہ کے افراد کے دلوں میں خوف خدا مستحضر رہے تو وہ بہت سی برائیوں سے دامن کش رہیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک خوبصورت اور با اقتدار عورت نے معصیت پر آمادہ کرنا چاہا۔ معصیت میں گرفتار ہو جانے کے تمام اسباب فراہم تھے مگر یہی وہ برہان تھی جس نے انہیں اس معصیت سے دور رکھا اور وہ معاذ اللہ پکار اٹھے۔ انہوں نے جیل جانا تو گوارا کر لیا مگر اس دعوت معصیت پر لبیک نہیں کہا۔

﴿رب السجن أحب إلیّ مما یدعوننی إلیه﴾ (یوسف: ۳۳)

(میرے رب قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔)

حضرت مریم ہیکل کے مشرقی حصے میں زاویہ نشیں تھیں۔ تنہائی میں ایک اجنبی انسانی

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء

صورت دیکھ کر گھبرا اٹھیں اور اسے خدا کا خوف دلانے لگیں۔

﴿قالت إنی اعوذ بالرحمن منک إن کنت تقیاً﴾ (مریم: ۱۸)

(مریم یکا یک بول اٹھی اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔)

ایک حدیث میں ہے کہ:

''میدان حشر میں جب سورج لوگوں کے سر پر ہوگا، لوگ نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے، اور وہاں عرش الٰہی کے سایہ کے سوا کہیں اور سایہ نہ ہوگا۔ سات قسم کے لوگ اس سایہ سے بہرہ ور ہوں گے۔ ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس کو جاہ واقتدار اور حسن و جمال کی مالک کسی عورت نے برائی پر اکسایا ہو مگر اس نے اللہ کے خوف سے اس کی دعوت کو رد کر دیا ہو۔''(۱)

(ب) ستر کی حفاظت

اسلام عریانی کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ وہ مرد اور عورت دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ وہ اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ آدمی کا تنہائی میں بھی برہنہ رہنا وہ پسند نہیں کرتا۔ حضرت بہز بن حکیمؒ کے دادا روایت کرتے ہیں کہ میں نے آں حضرت ﷺ سے دریافت کیا:

''اے اللہ کے نبی ہم اپنی ستر پوشی کہاں کریں اور کہاں نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی شرم گاہ کو کسی کے سامنے نہ کھلنے دو، سوائے اپنی بیوی

(۱) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ بالیمین۔

اور باندی کے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جب لوگ باہم ملے جلے ہوں اور آدمی ستر پر پوری طرح قادر نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: جہاں تک ممکن ہو کوشش کرو کہ کوئی شخص تمہارے قابل ستر مقامات کو نہ دیکھنے پائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جب کوئی شخص تنہا ہو تو کیا اس وقت بھی برہنہ نہیں ہوسکتا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے (وہ تو ہر جگہ موجود ہے)۔ (۱)

اعضاء ستر کو چھپانے کا جذبہ انسانی فطرت میں روز اول سے ودیعت کیا گیا ہے۔ جب کہ شیطان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ مرد وعورت زیادہ سے زیادہ عریاں ہوکر ایک دوسرے کے سامنے آئیں۔ شیطان کے بہکانے پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا نے جنت میں ایک مخصوص درخت کا پھل کھالیا اور ان کے اعضاء ستر کھل گئے تو اسی فطری جذبہ کے تحت انہوں نے جنت کے پتوں سے ان اعضاء کو ڈھکنے کی کوشش کی تھی۔

فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سو آتهما و طفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة . (الاعراف : ۲۲)

﴿آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔﴾

(ج) تجرد کا خاتمہ

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ معاشرہ کے افراد جہاں تک ممکن ہو غیر شادی شدہ نہ رہیں تا کہ

(۱) جامع ترمذی أبواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی حفظ العورة .

وہ جنسی تسکین کے لئے ناجائز طریقہ اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ وہ سرپرستوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے زیردستوں کے نکاح کا اہتمام کریں:

وانکحوا الایامی منکم . (النور: ٤٢)

﴿تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں ان کا نکاح کردو۔﴾

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کی دین داری اور اخلاق تمہارے نزدیک پسندیدہ ہو تو اس سے نکاح کردو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو زمین فتنہ وفساد سے بھر جائے گی۔''(۱)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

''اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کرنے پر قادر ہو اسے نکاح کرلینا چاہئے۔ کیوں کہ یہ نگاہوں کو بدنظری سے روکنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین تدبیر ہے۔''(۲)

دوسری جانب آپ ﷺ نے قدرت کے باوجود نکاح نہ کرنے والے پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''(۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیتے تھے اور غیر شادی شدہ رہنے سے سختی سے منع کرتے تھے۔''(۴)

(۱) جامع ترمذی أبواب النکاح ، باب ماجاء فی من ترضون دینه فزوجوه.
(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب قول النبی من استطاع منکم الباء ة ، صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح لمن تاقت الیه نفسه.
(۳) سنن الدارمی ، کتاب النکاح ، باب الحث علی التزویج .
(۴) حواله سابق .

اس معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان اسلام نے کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اس نے جتنا زور مرد کے نکاح پر دیا ہے اتنی شدت سے عورت کے نکاح کی بھی تاکید کی ہے۔ چنانچہ عورت اگر طلاق یافتہ یا بیوگی کی وجہ سے بے شوہر کی ہوگئی ہو تو وہ معاشرہ کے افراد کو ترغیب دیتا ہے کہ اس کے عقد ثانی کی فکر کریں۔ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مطلقہ یا بیوہ عورتوں کو دوسرے عقد میں کوئی دشواری نہیں پیش آتی تھی۔

(د) پُرمسرت ازدواجی زندگی

اسی طرح اسلام جائز حدود میں جنسی تسکین کے لئے پُرمسرت اور بھرپور ازدواجی زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ شوہر اور بیوی دونوں کو حکم دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور خواہشات کا خیال رکھیں۔ جائز حدود میں صنفی عمل وہ عبادت کا درجہ دیتا ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''بیوی سے ہم بستری کرنا بھی صدقہ ہے۔''(۱)

شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل سے بچنے کے لئے دن میں روزہ رکھنے یا رات میں عبادت میں مشغول ہونے سے وہ عورت کو منع کرتا ہے:

''کوئی عورت شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔''(۲)

''اگر عورت شوہر سے الگ تھلگ رات گزارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔''(۳)

اسی طرح اسلام شوہر کو بھی بیوی کی دل بستگی کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کثرت سے نفلی روزے رکھتے اور راتوں میں عبادت کا اہتمام کرتے تھے، اس وجہ سے ان کی بیوی نے زیب و زینت ترک کر دی تھی۔ آنحضرت ﷺ

(۱) صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب بیان اسم الصدقة تقع علی کل نوع من المعروف.
(۲) صحیح بخاری کتاب النکاح باب صوم المرأة باذن زوجها تطوعاً.
(۳) صحیح بخاری کتاب النکاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها.

کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور حقوق اللہ کے ساتھ بیوی کے حقوق بھی ادا کرنے کا حکم دیا۔(۱)

روایات میں یہی بات حضرت عثمان بن مظعونؓ کے سلسلہ میں بھی مذکور ہے۔(۲)

ان تعلیمات و ہدایات سے اسلامی شریعت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صنفی تعلقات کو نکاح کے دائرے میں محدود کرنا اور آوارگی اور انحراف کے تمام دروازے بند کر دینا چاہتی ہے۔

(ہ) فحاشی کی عدم اشاعت

اسلام اجتماعی ماحول کو اس حد تک پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ معاشرہ میں برے خیالات لوگوں کی زبانوں پر آئیں اور ان کی اشاعت ہو۔ عہد جاہلیت میں شعراء اپنے کلام میں اپنے صنفی میلانات کو بیان کرتے تھے اور اسے بلاجھجک بھری محفلوں میں پیش کرتے تھے۔ اسلام نے اس چیز کو سخت ناپسند کیا اور ایسا کرنے والوں کو وعید سنائی:

﴿إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة فی الذين آمنوا لهم عذاب أليم فی الدنيا والآخرة﴾. (النور : ۱۹)

(جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔)

اسلام اس معاملے میں اتنا حساس ہے کہ وہ اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ بیوی اپنے شوہر کے سامنے کسی دوسری عورت کی صنفی خصوصیات کو بیان کرے یا شوہر دوسروں کے سامنے اپنی بیوی کے محاسن کو آشکارا کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ اس طرح نہ لپٹے کہ بعد میں وہ اپنے شوہر سے اس کے جسمانی محاسن کو اس طرح بیان کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔''(۳)

(۱) صحیح بخاری کتاب الصوم باب من اقسم علیٰ أخیه لیفطر علیه فی التطوع.
(۲) مسند احمد ۶/۱۰۶.
(۳) سنن أبی داؤد ، کتاب النکاح باب ما یؤمر به من غض البصر .

قیامت کے دن بدترین ٹھکانہ اس شخص کا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرے پھر اس کے راز کو آشکارا کردے۔"(۱)

(و) حدود وتعزیرات

اسلام معاشرہ کی تطہیر کے لئے انتہائی تدبیر یہ اختیار کرتا ہے کہ جو لوگ اس میں آوارگی پھیلانے اور اس کی شفافیت کو گدلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لئے وہ دردناک سزا تجویز کرتا ہے۔ مدینہ میں منافقین اپنی بدطینی کی بنا پر فتنہ پردازی میں مشغول تھے، انہیں دھمکی دی گئی کہ اگر وہ اپنی اس روش بد سے باز نہ آئے تو اس کی سخت سزا سے دوچار ہوں گے۔

﴿لئن لم ینته المنافقون و الذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینک بهم ثم لا یجاورونک فیها إلا قلیلا ملعونین أینما ثقفوا أخذوا و قتلوا تقتیلا.﴾

(الاحزاب : ۶۰)

(اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے، ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھار ہوگی، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔)

جنسی تسکین کا جائز ذریعہ موجود ہونے کے باوجود جو شخص ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے وہ اس قابل نہیں کہ کسی پاکیزہ معاشرہ کا فرد بن کر رہ سکے۔ اس لئے اسلام ایسے افراد کے لئے سخت سزا تجویز کرتا ہے اور ان ناپاک عناصر سے معاشرہ کو پاک کرنے کا حکم دیتا ہے:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأة .

الزانیة و الزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولاتأخذکم بهما رأفة فی دین الله. (النور : ۲)

﴿زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔﴾

یہ حکم غیر شادی شدہ کے لئے ہے۔ اگر کوئی شخص شادی کے بعد اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسلام میں اس کی سزا رجم ہے۔ یعنی ایسے مرد و عورت کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔

اسلام کی نظر میں ایک شریف عورت کی عصمت اتنی محترم ہے کہ اگر کوئی شخص اس پر زنا کی جھوٹی تہمت لگاتا ہے تو وہ اسے بھی سخت سزا کا مستحق قرار دیتا ہے۔

والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلو لهم شهادة أبدا واولئک هم الفاسقون . (النور:۴)

﴿اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔﴾

اسلامی پردہ

مذکورہ بالا تدابیر کے علاوہ اسلام نے کچھ ایسے احکام بھی دئے ہیں جو سماج میں مردوں اور عورتوں کے دائروں کو الگ الگ کر کے صنفی انتشار کے امکانات کو انتہائی محدود کر دیتے ہیں اور ایک ایسا ماحول پیدا کرنے میں معاونت کرتے ہیں جس میں صنفی میلانات کو برانگیختہ کرنے والی تحریکات مفقود ہوتی ہیں۔ ان احکام کو اسلامی پردہ کا جامع عنوان دیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

اسلامی پردہ کے حدود

(۱) نگاہوں کی حفاظت

اس سلسلہ میں مسلمان مرد اور عورتوں کو اسلام سب سے پہلا حکم یہ دیتا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور نظر کے فتنے سے محفوظ رہیں۔

قل للمؤمنين يغضو امن أبصارهم و يحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم إن الله خبير بما يصنعون و قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن و يحفظن فروجهن .(النور : ۳۰ :۳۱)

(اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔)

ان آیات میں نگاہیں نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کا ایک ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ دونوں میں ایک خاص تعلق ہے۔ معاشرہ میں جس قدر بدکاریاں عام ہوتی ہیں سب کا آغاز نگاہ کی آوارگی سے ہوتا ہے اسی لئے حدیث میں غیر محرم کو دیکھنے کو زنا کے مقدمات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

''آنکھوں سے بھی زنا کا ارتکاب ہوتا ہے۔ ان کا زنا آنکھوں

کی آوارگی ہے۔''(۱)

کسی پر اچانک نگاہ پڑ جائے یہ شریعت کی نگاہ میں قابل مواخذہ نہیں، لیکن گھور گھور کر دیکھنا اور نظر بازی کرنا جائز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

''اے علی! بار بار نہ دیکھو۔ پہلی مرتبہ تمہاری کسی پر نظر پڑ جائے تو کوئی بات نہیں لیکن دوبارہ تمہارے لئے دیکھنا جائز نہیں۔''(۲)

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا۔ اگر (کسی نامحرم پر) اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

''فوراً اپنی نظر پھیر لو۔''(۳)

نگاہوں کی حفاظت کا جو حکم مردوں کے لئے ہے وہی عورتوں کے لئے بھی ہے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھیں اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ جو نابینا تھے آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا، کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھیں گے، نہ پہچانیں گے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو؟(۴)

لیکن کچھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالات میں عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح باب مایؤ مربه من غض البصر ، مسند احمد ۲/۶/۲۷، ۲۱۷، ۳۲۹ وغیرہ۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابن مسعودؓ کے واسطے سے بھی مروی ہے۔ دیکھئے: مسند احمد ۱/۴۱۲۔

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح باب مایؤ مربه من غض البصر، ترمذی أبواب الآداب باب ماجاء فی نظرة الفجاءة .

(۳) صحیح مسلم کتاب الأدب، باب نظرة الفجاءة ، سنن أبی داؤد، حواله سابق .

(۴) جامع ترمذی أبواب الاستیذان والأدب ، باب ماجاء فی احتجاء النساء من الرجال.

حضرت عائشہؓ کی مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر کچھ حبشیوں نے مسجد نبوی کے صحن میں تماشا دکھایا تھا تو آنحضرت ﷺ نے پردے کی اوٹ سے انہیں وہ تماشا دکھایا تھا۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تو آں حضرت ﷺ نے انہیں ابن ام مکتومؓ کے گھر عدت گزارنے کی ہدایت کی تھی۔(۲)

اسی طرح متعدد احادیث میں مرد کے لئے اجنبی عورت کو نکاح کی غرض سے دیکھنا نہ صرف جائز قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی ترغیب دی گئی ہے۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو، کیوں کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت واتفاق پیدا کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔(۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس نے انصار میں سے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے جا کر دیکھ لو۔(۴)

معلوم ہوا کہ مردوں کا عورتوں کو دیکھنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ اصل مقصد فتنے کے احتمالات کو کم کرنا ہے۔جہاں یہ احتمال نہ ہو وہاں مرد و عورت بقدر ضرورت ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔

(۲) گھروں میں داخلہ کے آداب

دوسرا ادب اسلام نے یہ سکھایا ہے کہ دوسروں کے گھروں میں بغیر پیشگی اطلاع یا اجازت کے داخل نہیں ہونا چاہئے۔

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأ

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح باب حسن المعاشرۃ مع الأھل.
(۲) صحیح مسلم ، کتاب الطلاق ، باب المطلقۃ البائن لانفقۃ لھا.
(۳) جامع ترمذی ، أبواب النکاح ، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ.
(۴) صحیح مسلم ، کتاب النکاح ، باب ندب من اراد نکاح امرأۃ أن ینظر إلی وجھھا.

نسوا و تسلموا علی أھلھا﴾ (النور: ۲۷)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔)

اس حکم کا مقصد بھی یہی ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں گھروں کو اللہ تعالی نے جائے سکون بنایا ہے۔بسا اوقات آدمی ایسی حالت میں رہتا ہے جس میں نہیں چاہتا کہ دوسروں کی اس پر نگاہیں پڑیں۔اسی طرح بعض ایسے اسرار ہوتے ہیں جنہیں وہ دوسروں کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہے۔اسلام گھروں کو ایسے ''پرامن حرم'' کی حیثیت دینا چاہتا ہے جہاں کوئی شخص گھر والوں کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکے۔اللہ کے رسول ﷺ نے دوسروں کے گھروں میں جھانکنے سے منع فرمایا ہے۔حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کے گھر کے دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکا۔اس وقت آپ کے ہاتھ میں لوہے کی کنگھی نما کوئی چیز تھی جس سے آپ ﷺ اپنا سر کھجلا رہے تھے۔آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اسے تمہاری آنکھ میں گھونپ دیتا۔''

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ کسی پر نگاہ نہ پڑے۔(۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔''(۲)

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان باب الا ستیذان من أجل البصر.
(۲) صیح مسلم کتاب الآداب ، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ.

اسی طرح قرآن نے ایک ادب یہ سکھایا کہ کسی دوسرے کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہوتو بلا روک ٹوک گھر میں نہیں چلے جانا چاہئے، بلکہ کسی چیز کی اوٹ سے مانگنا چاہئے۔

و اذا سألتمو هن متا عا فسئلو هن من و راء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم و قلو بهن . (الأحزاب: ۵۳)

﴿نبی (ﷺ) کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہوتو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔﴾

اس آیت میں اس حکم کی حکمت بھی بتا دی گئی ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان بے پردگی نہ ہونے پائے اور دل کسی بھی قسم کے صنفی میلان سے پاک رہے۔

گھروں میں داخلہ کے وقت اجازت لینے کا حکم صرف اجنبیوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ گھر کے افراد بھی اس میں شامل ہیں۔ تین اوقات ایسے ہیں جن میں غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے:

يا ايها الذين آمنوا ليستأ ذنكم الذين ملكت أيمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلاث مرات من قبل صلوة الفجر و حين تضعون ثيابكم من الظهيرة و من بعد صلوة العشاء ثلاث عورات لكم ليس عليكم ولا عليهم جناح بعد هن طوافون عليكم بعضكم على بعض. (النور: ۵۸)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لازم ہے کہ تمہاری لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی بلوغ کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔ صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب کہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین

وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں۔ ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔)

آیت مذکورہ میں تین اوقات میں غلاموں اور بچوں کو بھی اجازت لینے کا پابند اس لئے کیا گیا ہے کیوں کہ ان میں مرد و زن عموماً سونے یا آرام کرنے کے لباس میں ہوتے ہیں جو مکمل نہیں ہوتا۔ دیگر اوقات میں کثرت آمد و رفت کی وجہ سے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

لیکن جب بچے بلوغ کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے بھی تمام اوقات میں اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔

﴿وإذا بلغ الأطفال منكم الحلم فليستأذنوا كما استأذن الذين من قبلهم﴾ (النور: ۵۹)

(اور جب تمہارے بچے بلوغ کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیئے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔)

اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام صنفی پاکیزگی کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور اس کو متاثر کرنے والے روزنوں کو ایک ایک کر کے بند کرنے کا کس قدر اہتمام کرتا ہے۔

(۳) نامحرم کے ساتھ تنہائی کی ممانعت

اسلام کسی بھی موقع پر نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رہنے سے سختی سے منع کرتا ہے اس لئے کہ ایسے حالات میں جب صنف مخالف کے دو افراد یکجا ہوں، ان کے درمیان کوئی تیسرا نہ ہو اور کوئی حجاب بھی نہ ہو تو اس کا عین امکان ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ جائیں اور صنفی جذبات کا ریلا انہیں بہا لے جائے۔ متعدد احادیث میں یہ نہی آئی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہتا ہے تو ان کے درمیان
تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''(۱)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جن عورتوں کے شوہر موجود نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ اس لئے کہ
شیطان تمہارے اندر اسی طرح سرگرم رہتا ہے جس طرح رگوں میں
خون گردش کرتا ہے۔''(۲)

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم عورتوں کے پاس ان کے
شوہروں کی اجازت کے بغیر جائیں۔''(۳)

فتنہ کے احتمال کو کم سے کم کرنے کے لئے ہی اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی عورت کے پاس جانا ہی پڑ جائے تو تنہا نہ جائے بلکہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لے لے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی شخص آئندہ کسی عورت کے پاس اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں
ہرگز نہ جائے۔ اگر جانا ہی ہو تو اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے لے۔''(۴)

شریعت کا یہ حکم تمام نامحرموں کے لئے ہے۔ اس میں کسی کا بھی، حتیٰ کہ قریب تر عزیز کا بھی استثناء نہیں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) جامع ترمذي أبواب الرضاع باب ماجاء فی کراهية الدخول علی المغيبات.

(۲) جامع ترمذی حواله سابق.

(۳) جامع ترمذی أبواب الاستيذان والأدب باب ماجاء فی النهی عن الدخول علی النساء إلا باذن أزواجهن.

(۴) صحيح مسلم کتاب السلام باب تحريم الخلوة بالأجنبية .

''عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو۔'' ایک انصاری نے
عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ سسرال کے قریبی رشتہ دار کے
سلسلہ میں کیا حکم ہے؟'' فرمایا: ''وہ تو موت ہے۔''(۱)

مذکورہ بالا حدیث میں موت سے تشبیہ میں بڑی بلاغت پائی جاتی ہے یعنی سسرالی رشتہ دار سے فتنہ کا زیادہ احتمال رہتا ہے۔ کیوں کہ اسے اجنبی مردوں کے مقابلے میں تنہائی حاصل کرنے کے زیادہ مواقع رہتے ہیں۔

اسلامی شریعت جب اتنی حساس ہے کہ نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی تو اس سے ہاتھ ملانے یا اس کے بدن کا کوئی حصہ چھونے کی کیوں کر اجازت دے سکتی ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اسوہ کے ذریعے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا مقام امت کے لئے روحانی باپ کا تھا لیکن آپ نے اپنی پوری زندگی میں بھی کسی نا محرم عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''خدا کی قسم اللہ کے رسول نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا
آپ ان سے زبانی اقرار لے کر بیعت کرتے تھے۔ جب ان سے کوئی
عہد لینا ہوتا تو فرماتے: میں نے تم لوگوں سے زبانی بیعت کر لی۔''(۲)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کچھ عورتوں سے زبانی اقرار لیا۔ جب اقرار ہو چکا تو ان عورتوں نے عرض کیا۔ ہاتھ بڑھائیے تا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ نے جواب دیا:

''جاؤ میں نے تم لوگوں سے بیعت لے لی۔ میں عورتوں سے مصافحہ
نہیں کرتا۔ سو عورتوں سے بھی میں اسی طرح اقرار لیتا ہوں جیسے ایک
عورت سے۔''(۳)

---

(۱) صحيح بخاری کتاب النکاح باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، صحيح مسلم حواله سابق.

(۲) صحيح مسلم کتاب الامارة باب کيفية بيعة النساء.

(۳) سنن نسائی کتاب البيعة ، باب بيعة النساء.

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے کسی عورت سے مصافحہ نہیں کیا تھا۔(۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے عفت و پاک دامنی کے اپنے اعلیٰ ترین مقام سے جب یہ احتیاط فرمائی ہے تو عام امتیوں کے لئے اس سلسلہ میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے اپنے آپ واضح ہے۔

(۴) مردوزن کے اختلاط پر پابندی

اسلام عورت کو زندگی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے لیکن مردوزن کا اختلاط اسے گوارا نہیں۔ وہ نہ تو کسی مشترک کلچرل پروگرام کی اجازت دیتا ہے اور نہ مخلوط تعلیم کی۔ وہ نہ کسی محفل میں مردوں اور عورتوں کا گھل مل کر رہنا پسند کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے موقع پر ان کے خلط ملط رہنے کا روادار ہے اس لئے کہ اختلاط سے صنفی کشش کا بہت زیادہ احتمال رہتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ ایک موقع پر عید کی نماز کا منظر یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ ﷺ نے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ آپ کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ چنانچہ آپ ان کے قریب تشریف لے گئے اور ان کو نصیحت کی۔''(۲)

اس حدیث سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں سے الگ تھلگ اتنے فاصلے پر تھیں کہ ان تک آپ کی آواز نہیں پہنچ سکی تھی۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو خلط ملط دیکھا تو عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''پیچھے ہو جاؤ، تمہارا بیچ راستے میں چلنا مناسب نہیں ہے۔ کنارے

(۱) مسند احمد ۶/ ۳۵۷

(۲) صحیح مسلم ، کتاب صلوٰۃ العیدین . فصل فی الصلوٰۃ قبل الخطبۃ .

چلا کرو۔''(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا ہے۔(۲)

محرم مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط کی شریعت نے اجازت دی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے درمیان صنفی میلانات نہیں پائے جاتے، بلکہ احترام اور محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔

(۵) لباس کے احکام

اسلام میں لباس کا مقصد اظہار زینت کے ساتھ ستر پوشی اور صنفی ہیجانات و تحریکات کی تحدید ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباسا یؤاری سو آتکم وریشا﴾ (الاعراف: ۲۶)

(اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو۔)

اسلام نے عورتوں کے لئے کوئی مخصوص لباس لازم نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کی کچھ شرائط بیان کر دی ہیں۔ جس لباس میں بھی وہ شرائط پوری ہوتی ہیں اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

الف۔ ساتر ہو

لباس کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ ستر ڈھانکنے والا ہو۔ شریعت میں مردوں اور

(۱) سنن أبی داؤد کتاب الأدب ، باب فی مشی النساء فی الطریق.

(۲) سنن أبی داؤد. حواله سابق.

عورتوں کے لئے ستر کے حدود الگ الگ متعین کئے گئے ہیں۔ مردوں کے لئے ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ستر ہے۔ جب کہ عورتوں کے لئے چہرہ اور ہاتھ (کلائی تک) کے علاوہ پورا بدن ستر ہے جسے شوہر کے علاوہ تمام لوگوں سے چھپانا لازم ہے، خواہ اس کے قریب ترین اعزاء ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عورت جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو مناسب نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے، سوائے اس کے اور اس کے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کی جانب اشارہ کیا۔"(۱)

(ب) باریک نہ ہو

عورت کے لباس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اتنا باریک نہ ہو کہ اس سے بدن جھلکے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ستر پوشی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس سے عورت کے محاسن میں اور اضافہ ہوگا۔ احادیث میں عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایسی عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں، ان کے سر اونٹ کے کوہان کے مثل اٹھے ہوئے ہوں، وہ جنت میں نہیں جائیں گی۔(۲)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ کے سامنے باریک کپڑا پہن کر آئیں جس سے ان کا بدن جھلک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فوراً نظر پھیر لی۔(۳)

حضرت حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت وہ

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فیما ابتدی المرأة من زینتها. امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب نساء الکاسیات.
(۳) سنن أبی داؤد، کتاب اللباس. حواله سابق.

ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اسے پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی انہیں دی۔(۱)

ج۔ خوشبو میں بسا ہوا نہ ہو

عورت کے لئے خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ اسلئے کہ خوشبو بھی جذبات کو متحرک کرنے کا سبب بنتی ہے۔ حدیث میں اس سلسلہ میں بھی سخت الفاظ میں نہی آئی ہے۔ حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے وہ آوارہ ہے۔"(۲)

مسجد میں لوگ عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں روحانی ماحول ہوتا ہے لیکن شریعت وہاں بھی عورت کو خوشبو لگا کر جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ حضرت زینب ثقفیہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جب تم عورتوں میں سے کسی کو مسجد جانا ہو تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔"(۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو عورت خوشبو لگا کر مسجد جائے اللہ تعالی اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ پورے اہتمام سے اس طرح غسل نہ کرے جیسے جنابت سے غسل کیا جاتا ہے۔"(۴)

د۔ ڈھیلا ڈھالا ہو، چست نہ ہو

لباس اتنا چست نہ ہو کہ عورت کے جسمانی نشیب وفراز نمایاں ہو جائیں، بلکہ اسے ڈھیلا ڈھالا ہونا چاہئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حضرت دحیہ کلبیؓ نے ایک موٹا قبطی کپڑا تحفہ میں بھیجا۔ اسے آپ ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو دے دیا انہوں نے اسے اپنی بیوی

(۱) مؤطا إمام مالک، کتاب اللباس، باب ما یکره للنساء لبسه من الثیاب.
(۲) جامع ترمذی، أبواب الآداب، باب ماجاء فی کراهیة المرأة متعطرة.
(۳) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة باب خروج النساء الی المساجد.
(۴) سنن أبی داؤد، کتاب الترجل باب فی طیب المرأة للخروج.

کو پہنا دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس سے کہو کہ اس کے نیچے استر لگا لے، مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے بغیر بدن کا حجم ظاہر ہوگا۔''(۱)

حضرت فاطمہؓ اس چیز کو ناپسند کرتی تھیں کہ مرنے کے بعد عورت کو ایسے کپڑے میں لپیٹا جائے جس سے اس کا عورت ہونا ظاہر ہو۔(۲) پھر وہ زندگی میں اس چیز کو کیوں کر پسند کرسکتی تھیں۔

(۵) مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو

احادیث میں عورتوں کو مردوں جیسا لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت جیسا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مرد جیسا لباس پہنتی ہے۔''(۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو عورتیں مردوں کے مشابہ بننے کی کوشش کرتی ہیں اور جو مرد عورتوں کے مشابہ بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں۔''(۴)

(۶) اظہار زینت کی ممانعت

اسلام عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بن سنور کر غیر مردوں کو دعوت نظارہ دیتی پھرے، بلکہ وہ اسے اپنی زینت کو چھپانے اور اپنے محاسن کو آشکارا نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) مسند احمد ۵/ ۲۰۵

(۲) سنن بیهقی ، کتاب الجنائز ، باب ماورد فی النعش للنساء.

(۳) سنن أبی داؤد ، کتاب اللباس ، باب فی لباس النساء.

(۴) مسند احمد ۲ / ۲۰۰

﴿ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها و ليضربن بخمرهن على جيوبهن﴾ (النور : ۳۱)

(اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کا آنچل ڈالے رہیں۔)

اسی آیت میں آگے ایک فہرست پیش کی گئی ہے کہ عورتیں اپنے کن کن قریبی رشتہ داروں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرسکتی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

(۱) شوہر

(۲) باپ: باپ کے مفہوم میں دادا، پردادا، پرنانا بھی شامل ہیں۔

(۳) شوہروں کے باپ: ان دو الفاظ میں عورت کے اپنے شوہر کے ددیہال اور ننیہال کے تمام بزرگ آ گئے۔

(۴) بیٹے: بیٹے کے مفہوم میں پوتے، پرپوتے، نواسے، پرنواسے سب شامل ہیں۔ سگے سوتیلے کا بھی فرق نہیں۔

(۵) شوہروں کے بیٹے: بیٹے کے مفہوم میں پوتے، پرپوتے، نواسے، پرنواسے سب شامل ہیں۔ سگے سوتیلے کا فرق بھی نہیں۔

(۶) بھائی: سگے، سوتیلے، ماں جائے سب شامل ہیں۔

(۷) بھائیوں کے بیٹے: بھائی بہنوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہن ہیں اور ان کے بیٹوں میں پوتے، نواسے بھی شامل ہیں۔

(۸) بہنوں کے بیٹے: بھائی بہنوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہن ہیں اور ان کے بیٹوں میں پوتے، نواسے بھی شامل ہیں۔

(۹) اپنے میل جول کی عورتیں۔

(۱۰) اپنے لونڈی غلام۔

(۱۱) وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں۔

(۱۲) وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔

آخر میں ہدایت کی گئی کہ عورتوں کی چال بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ ان کی زینت کا اظہار نہ ہونے پائے اور ان کے زیورات کی جھنکار دوسروں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرلے۔

﴿ولا یضربن بأ رجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن﴾ (النور: ۳۱)

(اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔)

سورۂ احزاب میں ہے:

﴿یا ایھا النبی قل لأ زواجک و بنا تک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذلک أدنی أن یعرفن فلأیو ذین﴾. (ألأحزاب: ۵۹)

(اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔)

جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم چھپ جائے۔ حکم دیا گیا کہ عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو چادر سے اپنا پورا بدن ڈھک لیا کریں۔ اس طرح انہیں پہچان لیا جائے گا کہ یہ شریف عورتیں ہیں اور بدقماش لوگ انہیں چھیڑنے کی جرأت نہ کرسکیں۔

قریبی رشتہ داروں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان میں عموماً صنفی جذبات کے بجائے احترام، محبت اور شفقت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نابالغ بچوں کے سامنے بھی اس کی چھوٹ دی گئی کہ ان میں بھی صنفی جذبات مفقود ہوتے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ اظہار زینت کی ممانعت کی اصل علّت صنفی ہیجانات و تحریکات سے معاشرہ

کو بچانا اور عورت کو ان سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کے لئے لباس کی وہ سختی نہیں رکھی گئی ہے جو جوان عورتوں کے لئے ہے، کیوں کہ ان کو دیکھ کر بھی عموماً صنفی جذبات نہیں ابھرتے۔ البتہ انہیں زینت کی نمائش کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿والقوا عد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحاً فلیس علیھن جناح أن یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینة و أن یستعففن خیر لھن﴾ (النور: ۶۰)

(اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں نکاح کی امیدوار نہ ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے۔)

احادیث میں بھی بناؤ سنگار کر کے غیر مردوں کے سامنے آنے والی عورتوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت میمونہ بنت سعدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو عورت اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسرے مردوں کے سامنے بناؤ سنگار کر کے ناز و ادا سے چلتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی کہ وہاں کوئی نور نہ ہوگا۔(۱)

(۷) چہرہ کا پردہ

اوپر آیت گزری کہ عورتوں کو اظہار زینت سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا یبدین زینتھن إلا ماظھر منھا. (النور: ۳۱)

﴿اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود سے ظاہر ہو جائے۔﴾

---

(۱) جامع ترمذی أبواب الرضاع باب ماجاء فی کراھیة خروج النساء فی الزینة. امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

إلا ما ظهر منها سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں صحابہؓ وتابعینؒ کے درمیان اختلاف تھا ۔حضرات ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، انسؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، ضحاکؒ، سعید بن جبیرؒ اور عطاءؒ کے نزدیک اس سے مراد ہے چہرہ اور ہاتھ اور وہ اسباب زینت جوان میں ہوتے ہیں، مثلاً مہندی، انگوٹھی، سرمہ وغیرہ۔ حضرت عائشہؓ کے نزدیک اس سے مراد صرف ہاتھ اور ان کے اسباب زینت مثلاً چوڑیاں ،کنگن اور انگوٹھیاں وغیرہ ہیں کہ وہ پردہ میں داخل نہیں۔ چہرہ ان کے نزدیک پردہ میں داخل ہے۔

حضرات عبداللہ بن مسعودؓ، ابن سیرینؒ، ابراہیم نخعیؒ اور حسن بصریؒ کے نزدیک اس سے مراد بیرونی کپڑے ہیں کہ انہیں چھپانا ممکن نہیں۔ ان کے نزدیک عورت نامحرموں سے چہرہ اور ہاتھ دونوں کا پردہ کرے گی۔

یہ اختلاف بعد میں مفسرین، محدثین، فقہاء اور اہل علم کے درمیان بھی باقی رہا۔ جو لوگ چہرہ اور ہاتھوں کو پردہ سے خارج کرتے ہیں وہ تائید میں ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت جب بالغ ہو جائے تو اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے سوائے چہرہ اور ہاتھ کے۔ اسی طرح وہ ان روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں عہد نبوی ﷺ میں بعض مواقع پر عورتوں کے چہرہ کھلے رہنے کا اشارہ ملتا ہے۔

صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن احادیث میں چہرہ اور ہاتھ کھلا رہنے کی اجازت دی گئی ہے ان کا تعلق عورت کے ستر سے ہے نہ کہ حجاب سے۔ یعنی عورت چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ اپنا پورا جسم شوہر کے علاوہ تمام لوگوں سے چھپائے گی۔ خواہ وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ رہے نامحرم مرد تو ان کے سامنے وہ چہرہ اور ہاتھ بھی بلا ضرورت نہیں کھولے گی۔ متعدد روایات میں صراحت ملتی ہے کہ ازواج مطہرات اور صحابیاتؓ وتابعیاتؒ نامحرموں سے مکمل پردہ کرتی تھیں، جس میں چہرہ بھی شامل تھا۔ اس سلسلہ کی چند روایات درج ذیل ہیں:

حضرت عائشہؓ واقعہ افک کے ضمن میں بیان کرتی ہیں:

''قافلہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، میں اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی، پھر نیند کے غلبہ سے

سو گئی۔ پیچھے سے صفوان بن معطل سلمیؓ آرہے تھے، انہوں نے انسانی شبیہ دیکھی تو قریب آئے، مجھے دیکھ کر پہچان گئے کیوں کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے **إنا لله و إنا اليه راجعون** پڑھی۔ ان کی آواز سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنا چہرہ اوڑھنی سے چھپالیا.......(۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ہم رسول ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں تھے، سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو جب وہ ہمارے بالکل قریب آجاتے تو ہم اپنی چادروں سے سر اور چہرہ چھپا لیتے تھے اور جب وہ گزر جاتے تو چہرہ کھول لیتے تھے۔''(۲)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اپنے حج کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ہم مردوں سے اپنا چہرہ چھپاتے تھے۔(۳)

حضرت عاصم احولؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم حفصہ بنت سیرینؒ (تابعیہ) کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ اپنی چادر (جلباب) سے چہرہ کا پردہ کرلیا کرتی تھیں۔ ہم ان سے عرض کرتے کہ آپ بوڑھی ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو رخصت دے رکھی ہے، وہ کہتیں آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے:

وان يستعففن خير لهن. (النور : ٦٠)

اس سے مراد پردہ ہے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک.

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الحج، باب فی المحرمة تغطی وجهها. مسند احمد ٦/ ٣٠.

(۳) مستدرک حاکم ١/ ٤٥٤.

(۴) سنن بیهقی ٩٣/٧

پردہ پر اعتراضات کا جائزہ

پردہ پر بہت سے اعتراضات کئے جاتے ہیں ۔ اسے تمسخر کا موضوع بنایا جاتا ہے ۔ اسے مُلّا کی ایجاد قرار دیا جاتا ہے ۔ یہ اعتراضات اسلامی نظام معاشرت کی خصوصیات ، اس میں عورت کی حیثیت اور اس کے دائرۂ کار سے ناواقفیت یا تجاہل کا نتیجہ ہیں ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی پردہ کے بارے میں گذشتہ صفحات میں بیان کردہ تفصیل ان کے رد کے لئے کافی ہے ۔ یہاں چند اعتراضات کا جائزہ لیا جارہا ہے جنہیں پردہ کے مخالفین بہت زور وشور سے پیش کرتے ہیں ۔

(۱) آزادی سے محرومی

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورت کو پردہ کا پابند بنانے سے اس کی آزادی سلب ہوتی ہے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے ۔ مرد کی طرح عورت بھی انسانی وجود رکھتی ہے۔اس پر کچھ زائد پابندیاں عائد کردینے سے اس کی انسانیت کی توہین وتذلیل ہوتی ہے ۔

اسلام نے عورت کے لئے لازم کیا ہے کہ وہ مردوں کے سامنے ایک خاص وضع اور خاص لباس میں آئے ۔ یہ حکم بعض معاشرتی مصالح کی بنیاد پر دیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے اخلاق پراگندہ نہ ہوں اور معاشرہ میں صنفی انتشار پیدا نہ ہو۔اسے آزادی یا بنیادی انسانی حقوق پر قدغن نہیں قرار دیا جاسکتا۔تمام متمدن معاشروں میں رہن سہن کے خاص طریقوں کی پابندی کی جاتی ہے۔مثلاً کسی کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ برہنہ ہوکر گھر سے باہر نکلے یا سونے کا لباس پہن کر کام پر جائے ،مگر اس پابندی کو فرد کی آزادی یا بنیادی انسانی حق کے خلاف قرار نہیں دیا جاتا ۔ اسلام چاہتا ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلے تو اپنے لباس ، چال ڈھال اور گفتگو میں وہ طرز اختیار کرے جس سے کسی کے جذبات برانگیختہ نہ ہوں ۔ وہ آرائش وزیبائش کے ذریعے لوگوں کی شہوت آمیز نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے اس طرح اسلام اسے ساتر لباس کا پابند بنا کر معاشرہ کے افراد کی نگاہوں میں عزت واحترام کا مقام عطا کرتا ہے۔

(۲) عملی سرگرمیوں سے علاحدگی

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ پردہ عورت کو زندگی کی مختلف سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روک دیتا ہے ۔ وہ گھر سے باہر کے کام نہیں انجام دے سکتی ۔اس طرح معاشرہ اپنی نصف آبادی کی فطری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہوجاتا ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ صرف اسلام ہی عورت کی فطری صلاحیتوں سے صحیح طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔کوئی بھی نظام اسی وقت ترقی کرسکتا ہے جب اس میں کاموں کی تقسیم متناسب ڈھنگ سے ہو اور جس کے ذمے جو کام لگایا جائے وہ پوری امانت داری اور محنت سے انجام دے ۔ اگر ہر شخص ہر کام انجام دینے لگے تو نظام میں خلل وفساد ناگزیر ہے ۔ کوئی تجارتی کمپنی اسی وقت صحیح ڈھنگ سے چل سکتی ہے جب اس کے ملازمین میں سے کچھ لوگ اچھی سے اچھی مصنوعات تیار کرنے میں لگے رہیں اور کچھ دوسرے لوگ مارکیٹ میں اس کی پبلسٹی اور نکاسی کے لئے جدوجہد کریں ۔ اگر اس کمپنی کا ہر ملازم ہر کام اپنے ذمہ لے لے تو وہ ایک دن بھی نہیں چل سکتی ۔ اسی طرح نظام تمدن کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان کاموں کو تقسیم کردیا ہے ،عورت کو گھر کے اندر کے کاموں کی ذمہ داری دی گئی ہے اور مرد کو گھر کے باہر کے کاموں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے ۔ بچوں کی پیدائش اور پرورش وپرداخت ایسا کام ہے جسے صرف عورت ہی انجام دیتی ہے ۔ اس کے ساتھ یہ بڑی زیادتی ہوگی کہ اس طویل المیعاد اور محنت طلب کام سے تو اسے چھٹکارا نہ ملے ۔اس کے ساتھ ساتھ گھر سے باہر کے بھی بہت سے کام اس کے ذمے لگا دئے جائیں ۔ اسی لئے اسلام نے عورت کو معاشی جدوجہد سے آزاد رکھا ہے اور نفقہ کی ذمہ داری کلیۃً مرد پر عائد کی ہے ۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہی نہیں دیتا ہے اور اسے معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے کلیۃً روکتا ہے ۔ وقت ضرورت عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ’’اللہ تعالیٰ نے تم (عورتوں) کو اجازت دی ہے کہ اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہو۔‘‘(۱)

---

(۱) صحیح بخاری ، کتاب التفسیر، سورۂ احزاب ، باب قولہ ” لا تدخلوا بیوت النبی.“

عہد نبوی ﷺ میں بہت سی صحابیات گھر سے باہر کے کاموں مثلاً کھیتی باڑی، صنعت وحرفت اور تجارت وغیرہ میں اپنے شوہروں کی معاونت کرتی تھیں اور غزوات میں شریک ہوکر زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

اسلام عورت کو ہر طرح کے معاشرتی، معاشی، اور تمدنی حقوق عطا کرتا ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔ وقتِ ضرورت کسبِ معاش کرسکتی ہے۔ اپنا سرمایہ تجارت میں لگا سکتی ہے۔ علم وثقافت کے فروغ میں حصہ لے سکتی ہے۔ اجتماعی مفاد کے لئے اپنی خدمات پیش کرسکتی ہے۔ لیکن اسلام عورت کو شمع محفل نہیں بنانا چاہتا ہے۔ وہ مرد و زن کا آزادانہ اختلاط سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ چیز اس کے نظام معاشرت سے قطعاً میل نہیں کھاتی۔

(۳) میلان میں اضافہ

پردہ کے سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان آزادانہ اختلاط پر پابندی عائد کرنے سے عورتوں کی جانب مردوں کے میلان اور رغبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز سے روک دینے سے انسان کی حرص اس میں اور بڑھ جاتی ہے۔ اگر انہیں کھلی چھوٹ دے دی جائے تو بہت جلد طبیعتیں سیر ہوجائیں گی اور جذبات سرد پڑ جائیں گے۔ بے پردگی کے حامیوں کا یہ منطقی استدلال بھی خوب ہے۔ اگر سرمایہ داروں کی تجوریوں میں مال و دولت کے ڈھیر دیکھ کر غریب کے دلوں میں اس کے حصول کی خواہش پیدا ہو تو کیا یہ مشورہ دینا مناسب ہوگا کہ حفاظت کی تمام تدابیر ختم کردینی چاہیئے اور کھلی چھوٹ دے دینی چاہیئے کہ جو چاہے جتنا مال اٹھا لے جائے۔ اسی تدبیر سے لوگوں کے دلوں سے مال کی رغبت ختم کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اخلاقی جرائم پر پابندی سے انسانوں میں جرم کرنے کی خواہش ابھرتی ہے، اگر ارتکاب جرائم کی مکمل آزادی دے دی جائے تو تمام جرائم پیشہ افراد پرہیزگار بن جائیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تمدن کی تاریخ کے کسی دور میں اس منطق کو استعمال نہیں کیا گیا۔

انسان کی فطری خواہشات دو طرح کی ہیں۔ ایک محدود، جیسے کھانے اور سونے کی خواہشات، ان کی جب تکمیل ہوجاتی ہے تو ان سے انسان کی رغبت ختم ہوجاتی ہے۔ دوسری

خواہشات وہ ہیں جو غیر محدود ہوتی ہیں۔ مثلاً مال کی خواہش یا جنسی میلان کہ ان سے طبیعت کبھی آسودہ نہیں ہوتی۔ جنسی میلان کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک جسمانی، دوسرا روحانی۔ جسمانی تسکین تو بسا اوقات ہوجاتی ہے لیکن روحانی آسودگی کبھی نہیں ہوتی بلکہ مسلسل ''ھل من مزید'' کا تقاضا رہتا ہے۔ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی صورت میں خواہشات میں سکون اور ٹھہراؤ آنے کے بجائے انہیں ہوا ملے گی اور معاشرہ میں مزید بے حیائی اور آوارگی کو فروغ ہوگا۔

یہ بات بھی پورے طور پر صحیح نہیں کہ جس چیز سے انسان کو روکا جاتا ہے اس کی حرص اس کے اندر بڑھ جاتی ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ایک طرف اسے روکا بھی جائے اور دوسری طرف اس کی رغبت بھی دلائی جائے۔ لیکن اگر کسی چیز سے روکنے کے ساتھ ساتھ اس کا ضرر رساں ہونا بھی واضح کیا جائے تو اس کی جانب رغبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا جاتا ہے۔ پھر کسی کے دل میں اس کی خواہش کیوں نہیں پیدا ہوتی؟ اس لئے کہ اسے بتایا جاتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہاتھ جل جائے گا۔ یہی حال بے پردگی اور آزادانہ اختلاط کا ہے۔ اگر ان کو سماجی، اخلاقی اور دینی مضرات بتائے جائیں اور ان پر پابندی کی حکمتیں واضح کی جائیں تو لوگوں میں ان کی طرف رغبت پیدا نہیں ہوگی۔

بے پردہ معاشرہ

آج مغربی معاشروں میں جو سماجی برائیاں عام ہوگئی ہیں، مثلاً طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان، اغوا اور عصمت دری کے روز افزوں واقعات، بن بیاہی ماؤں کی کثرت وغیرہ۔ ان کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک بنیادی سبب بے پردہ معاشرت ہے۔ وہاں عورتیں انتہائی زیب و زینت کے ساتھ بلا روک ٹوک، بے حجابانہ مردوں کے سامنے آتی ہیں اس لئے وہ آسانی سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ افسوس کہ مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک نے ہم مسلمانوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور ہم اپنے آپ کو ترقی یافتہ ظاہر کرنے کے لئے بغیر سوچے سمجھے ان کی نقالی کر رہے ہیں۔ کاش ہمیں معلوم ہو کہ اگر عورت کی عصمت کی حفاظت ہوسکتی ہے اور اسے عزت اور وقار مل سکتا ہے تو صرف اسلام کے سائے میں۔ اور اگر وہ چین وسکون کی زندگی گزار سکتی ہے تو صرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر۔